مقالات

سید منظور الحسن

حدیث وسنت کی حجیت

مدرسۂ فراہی کے موقف کا تقابلی جائزہ

(۱)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دین میں مطاع کی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا ہر صاحب ایمان پر آپ کی اطاعت لازم ہے۔ آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں آپ کی ہدایت کی پیروی اور آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ یہ آپ کو رسول ماننے کا لازمی تقاضا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ.[۱] ''اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اِسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔''

یہ اطاعت چونکہ اُس ہستی کی اطاعت ہے جسے اللہ کی نمایندگی کا شرف حاصل ہے، اِس لیے جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہ درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ فرمایا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.[۲] ''جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اُس نے درحقیقت خدا کی اطاعت کی ہے۔''

۱۔ النساء ۴: ۶۴۔

۲۔ النساء ۴: ۸۰۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اُس کی اطاعت کے ساتھ اس کے رسول کی اطاعت بھی کریں اور فصل نزاعات کے لیے انھی دونوں سے رجوع کریں۔ سورۂ نساء میں ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ.[3]

''ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر تمھارے درمیان اگر کسی معاملے میں اختلاف راے ہو تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اللہ تعالیٰ کے اِس حکم کی تعمیل کا مسلم طریقہ قرآن وسنت کی اتباع ہے۔ یہی دو چیزیں ہیں جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ آپ کا فرمان ہے:

إني قد خلفت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما: کتاب اللّٰہ و سنتي.[4]

''میں تمھارے لیے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ (اگر اُن پر عمل پیرا رہے تو) ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

چنانچہ علماے امت نے 'اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ' اور 'فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ' سے کتاب وسنت کی اتباع اور مراجعت ہی کا حکم اخذ کیا ہے۔ ابن عبد البر عطا بن ابی رباح اور میمون بن مہران کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

طاعة اللّٰہ ورسولہ: إتباع الکتاب والسنة.[5]

إلی اللّٰہ: إلی کتاب اللّٰہ. وإلی الرسول: إلی سنة رسول اللّٰہ.[6]

سلف وخلف کے تمام جلیل القدر علما اسی موقف کے قائل ہیں۔ ابن جریر طبری، ابن حزم، زمخشری، شاطبی، رازی، قرطبی، شوکانی اور آلوسی نے سورۂ نساء کی مذکورہ آیت کی تشریح میں اسی نقطۂ نظر کو اختیار کیا ہے۔[7] یہ امت مسلمہ کا اجماعی موقف

3؎ ۴:۵۹۔

4؎ الالبانی، ناصر الدین، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم ۳۲۳۲۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت: دار لکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء، ج ۲، ص ۲۵۱۔

5؎ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف، جامع بیان العلم، دمام: دار ابن الجوزیۃ، ۱۴۲۷ھ، ج ۱، ص ۶۱۶۔

6؎ ایضاً، ج ۲، ص ۳۲۰۔

7؎ الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، کوئٹہ: مکتبہ عثمانیہ، ۲۰۱۰ء، ج ۳، ص ۲۳۹۳۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الاحکام فی

ہے۔ مسلمان پورے اتفاق اور پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر کھڑے ہیں۔ ابن قیم بیان کرتے ہیں:

الناس أجمعوا أن الرد إلى الله سبحانه هو الرد إلى كتابه، والرد إلى الرسول صلى الله عليه وسلم هو الرد إليه فى حياته وإلى سنته بعد وفاته.[8]

''مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے سے مراد اُس کی کتاب کی طرف لوٹانا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے سے مراد آپ کی حیات میں آپ کی ذاتِ اقدس کی طرف اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف لوٹانا ہے۔''

لہٰذا قرآن مجید کے ساتھ سنت کو بھی دین میں اساسی حیثیت حاصل ہے اور اس کے احکام قرآن کے احکام ہی کی طرح واجب الاطاعت ہیں۔ امام مالک کا قول ہے:

الحكم الذي يحكم به بين الناس حكمان: ما فى كتاب الله، أو ما أحكمته السنة، فذلك الحكم الواجب، وذلك الصواب.[9]

''جس حکم سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے، اس کی دو ہی نوعیتیں ہیں: وہ جو کتاب اللہ میں ہے اور وہ جس کو سنت نے مستحکم کیا ہے۔ یہی حکم واجب ہے اور یہی درست ہے۔''

چنانچہ یہ مسلمانوں کی علمی روایت کا مسلّمہ اور متفقہ اصول ہے کہ اسلامی شریعت میں سنت کو قرآن ہی کی طرح مستقل بالذات حیثیت حاصل ہے اور قانون سازی میں جو مقام و مرتبہ قرآن مجید کا ہے، وہی سنت کا بھی ہے۔ اصول فقہ کی معروف کتاب ''ارشاد الفحول'' میں درج ہے:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اصول الاحکام، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء، ج ۱، ص ۱۱۶۔ الزمخشری، ابوقاسم جاراللہ محمود بن عمر، تفسیر الکشاف، بیروت: دارالمعرفۃ، ۲۰۰۲ء، ص ۲۴۲۔ الشاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ، (مترجم: کیلانی، مولانا عبدالرحمٰن)، لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۲۰۰۶ء، ج ۴، ص ۱۱۔ الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، التفسیر الکبیر، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء، ج ۱۰، ص ۱۱۷۔ القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، ج ۵، ص ۲۵۰۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ج ۱، ص ۶۰۸۔ الآلوسی، سید محمود، روح المعانی، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، ج ۵، ص ۸۷۔

۸۔ ابن قیم، شمس الدین ابوعبداللہ، الجوزیۃ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۷ء، ج ۱، ص ۶۸۔

۹۔ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف، جامع بیان العلم، دمام: دار ابن الجوزیۃ، ۱۴۲۷ھ، ج ۱، ص ۶۰۷۔

قد اتفق من يعتد به من أهل العلم على أن السنة المطهرة مستقلة بتشريع الأحكام وأنها كالقرآن في تحليل الحلال وتحريم الحرام.[10]

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ سنت مطہرہ شرعی قانون سازی میں مستقل حیثیت رکھتی ہے اور تحلیل و تحریم میں اس کا مقام قرآن ہی کی طرح ہے۔''

یہی وہ مقدمات ہیں جن کی بنا پر علماے امت سنت کی حجیت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس سے انحراف دین سے انحراف کے مترادف ہے۔ امام شوکانی لکھتے ہیں:

...والحاصل أن ثبوت حجية السنة المطهرة وإستقلالها بتشريع الأحكام ضرورة دينية ولا يخالف في ذلك إلا من لا حظ له في دين الإسلام.[11]

''...حاصل کلام یہ ہے کہ سنت مطہرہ کی حجیت اور شرعی قانون سازی میں مستقل حیثیت ناگزیر دینی ضرورت ہے، اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

سنت کی مستقل تشریعی حیثیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اسے قرآن کے شارح کے طور پر بھی قبول کیا جاتا ہے اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ اُس کے بعض اجزا کی نوعیت قرآن مجید کے بعض حصوں کے بیان کی ہے[12] اور اس لحاظ سے وہ کتاب اللہ کی شرح و تفسیر کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ صاحب ''الموافقات'' امام شاطبی لکھتے ہیں:

---

10 الشوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، بیروت: دار الکتاب العربی، ج ۱، ص ۹۶۔

11 ایضاً۔

12 یعنی علماے امت کے نزدیک سنت پورے قرآن کا بیان نہیں ہے۔ یہ اُس کے انھی اجزا کے لیے بمنزلۂ بیان ہے جو از خود واضح نہیں ہیں یا جن کی قرآن نے اپنے بین الدفتین تبیین نہیں فرمائی۔ چنانچہ امام شافعی نے اسی بنا پر آیات قرآنی کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: ایک وہ آیات جنھیں خارج کے بیان کی ضرورت نہیں اور دوسری وہ جن کی تبیین سنت سے ہوتی ہے۔ ابوزہرہ امام شافعی کے اسی موقف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب صورت یہ ٹھیری کہ قرآن بیان کلّی ہے اور سنت حسب ضرورت اس کی شارح و مفسر تو شافعی بیان قرآن کی دو قسمیں کرتے ہیں: ۱۔ وہ بیان قرآن جو نص ہے اور جس کی تشریح و توضیح کے لیے خارج سے کسی امداد کی ضرورت نہیں، وہ خود واضح ہے۔ ۲۔ وہ بیان قرآن جو اپنی تشریح و توضیح میں سنت کا محتاج ہے، خواہ اپنے اجمال کی تفصیل میں یا معنی محتمل کی تعیین میں یا عموم کی تخصیص میں۔''

(محمد ابوزہرہ، امام شافعی عہد اور حیات، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۸۵)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فكانت السنة بمنزلة التفسير و الشرح لمعاني أحكام الكتاب۔[13]	''سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کے لیے تفسیر وتشریح کا درجہ رکھتی ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت میں جو معانی بیان ہوئے ہیں، وہ کتاب اللہ کی طرف راجع ہیں۔ چنانچہ اس پہلو سے سنت کا وظیفہ کتاب اللہ کے اجمال اور اختصار کی تفصیل اور اس کے مشکل کی وضاحت ہے۔ امام شاطبی نے لکھا ہے:

السنة راجعة في معناها إلى الكتاب، فهي تفصيل مجمله، وبيان مشكله، وبسط مختصره. وذلك لأنها بيان له. فلا تجد فى السنة أمرًا إلا والقرآن دل على معناه دلالة إجمالية وتفصيلية۔[14]	''سنت اپنے معنوں میں کتاب کی طرف راجع ہوتی ہے اور وہ قرآن کے اجمال کی تفصیل، اس کے مشکل کی وضاحت اور مختصر کی تفصیل ہے۔ اس لیے کہ وہ قرآن کا بیان (وضاحت) ہے۔ لہٰذا آپ سنت میں کوئی ایسی بات نہیں پائیں گے جس کے معنی پر قرآن دلالت نہ کر رہا ہو۔ خواہ یہ دلالت اجمالی ہو یا تفصیلی ہو۔''

سنت کی نوعیت اور اُس کے مقام و مرتبے کے حوالے سے یہ علمائے سلف کا اصولی موقف ہے جسے اصطلاح میں 'سنت کی حجیت' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امت کے اس موقف کا اگر خلاصہ کیا جائے تو درج ذیل پانچ نکات متعین ہوتے ہیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اولاً، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دین میں مطاع کی حیثیت حاصل ہے اور اس بنا پر آپ کا قول و فعل اور تقریر و تصویب واجب الاطاعت ہے۔

ثانیاً، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آپ کے زمانے تک محدود نہیں ہے، بلکہ ابدی ہے، چنانچہ امت کے علم و عمل میں سنت کی صورت میں موجود روایت کو آپ کے قائم مقام کا مرتبہ حاصل ہے۔

ثالثاً، سنت کے بعض اجزا مستقل بالذات تشریعی حیثیت کے حامل ہیں جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت شارع امت میں جاری فرمایا ہے۔

رابعاً، سنت کے بعض اجزا قرآن مجید کی تفہیم و تبیین پر مبنی ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے معلم اور مبین کی حیثیت سے تعلیم دی ہے۔

---

[13] الشاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ، (مترجم: کیلانی، مولانا عبدالرحمٰن)، لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۲۰۰۶ء، ج ۴، ص ۱۰۔

[14] ایضاً۔

خامساً، سنت کے جملہ مشمولات سراسر دین ہیں اور ان کا انکار دین کے انکار کے مترادف اور ایمان کے منافی ہے۔

سنت کی حجیت کے حوالے سے یہ امت کا اجماعی موقف ہے جس پر وہ دور اول سے لے کر آج تک قائم ہے۔ اُس کی تمام تر علمی روایت میں یہ تصور روح کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے۔ مکتب فراہی کا علم و عمل بھی کسی ادنیٰ تغیر کے بغیر اسی موقف کا ترجمان اور اسی روایت کا امین ہے۔ اس فکر کے نمایندہ علما مولانا حمید الدین فراہی، مولانا امین احسن اصلاحی اور جناب جاوید احمد غامدی کے کام سے واضح ہے کہ وہ سنت کی حجیت کے مذکورہ نکات کے حوالے سے سلف و خلف کے اجماعی موقف ہی پر قائم ہیں۔ تینوں اہل علم کے درج ذیل اقتباسات سے یہی بات متحقق ہوتی ہے:

مولانا حمید الدین فراہی

مولانا حمید الدین فراہی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم من جانب اللہ ہے اور اپنے اطلاق کے اعتبار سے خاص نہیں، بلکہ عام ہے۔ یعنی آپ کی اطاعت کی نوعیت علی الاطلاق ہے۔ چنانچہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کے وہی احکام واجب الاطاعت ہیں جن کی اصل قرآن مجید میں ہے اور جو اُس کی شرح و فرع کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ آپ کے اُن احکام کی اطاعت بھی لازم ہے جو قرآن سے مجرد طور پر الہام ہوئے ہیں اور جن کا مصدر و منبع اصلاً آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ ''رسائل فی علوم القرآن'' میں لکھتے ہیں:

فإن اللّٰه تعالیٰ أمرنا عمومًا بإطاعة الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم وأمر الرسول بالحکم بما یریه اللّٰه تعالیٰ سواء کان بالکتاب أو بالنور والحکمة التي ملأ اللّٰه بها قلبه.[15]

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطاعت رسول کا حکم عمومی حیثیت میں دیا ہے اور رسول کا حکم یکساں طور پر حکمت پر مبنی ہوتا ہے، خواہ وہ کتاب اللہ کی بنیاد پر ہو یا اُس نور و حکمت کے مطابق ہو جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ بھر دیا تھا۔''

لہٰذا اُن کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو دین میں مستقل بالذات مقام حاصل ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ قرآن مجید سے مستنبط ہے یا مستنبط نہیں ہے۔ آپ کے قول کی یہ مستقل حیثیت ہر طرح کے شک و شبہے سے بالا ہے۔ بیان کرتے ہیں:

فإن قوله علیه السلام أصل مستقل سواء أستنبطه من الکتاب أم لم یستنبطه.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مستقل بالذات ہے، خواہ وہ کتاب اللہ سے مستنبط ہو یا مستنبط نہ ہو۔ یہ

[15] الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۴۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وهذا أمر مسلم لا يشك فيه مسلم[16]. "مسلمہ امر ہے جس میں شک کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔"

مولانا فراہی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑی ہیں، اُن میں قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیز سنت ہے اور سنت اُن کے نزدیک وہ چیز ہے جس سے دین پر عمل کا راستہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ "القائد الیٰ عیون العقائد" میں انھوں نے لکھا ہے:

أكبر خلق النبي يظهر من فعل التبليغ، فإن الله تعالى جعل التبليغ أكبر فرائضهم، وأكبر التبليغ أن يجتبي النبي الحواري والأصحاب ليكونوا شهداء على الناس، فتكون سنة النبي ظاهرة، ويتضح سبيل الحق والسعادة لكافة الناس ويسهل التمييز بين السنة والبدعة. ...ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم: إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وسنتي، وقال: عضوا عليه بالنواجذ[17].

"اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو انبیا کے فرائض میں سب سے بڑا فریضہ بنایا ہے۔ تبلیغ کا سب سے بڑا پہلو یہ ہے کہ نبی اپنے حواریوں اور اصحاب کو منتخب کرتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے لیے شہادت دیں۔ پھر نبی کی سنت ظاہر ہوتی ہے اور تمام لوگوں کے لیے حق اور سعادت کا راستہ واضح ہو جاتا ہے اور سنت اور بدعت میں تمیز آسان ہو جاتی ہے۔...اور یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔ انھیں مضبوطی سے پکڑ کر رکھنا۔"

مولانا فراہی جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الاطاعت شارع کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں، وہاں وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ آپ کو قرآن مجید کے مبین اور مفسر کا مقام حاصل ہے۔ اس بنا پر وہ شریعت اور عقائد، دونوں معاملات میں قرآن سے استخراج احکام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے رہنمائی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ "رسائل فی علوم القرآن" میں انھوں نے لکھا ہے:

أنه عليه السلام لما كان مبينًا للكتاب ومفسرًا له على الإطلاق في الشرائع والعقائد كلتيهما صار العلم بطرق تأويله أوثق أصل للمفسر[18].

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے مبین اور مفسر تھے۔ لہٰذا شرائع ہوں یا عقائد، دونوں کے حوالے سے آپ کی تاویلات ایک مفسر کے لیے حکم کی مضبوط ترین بنیاد ہیں۔"

---

[16] الفراہی، عبد الحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۹۔

[17] الفراہی، عبد الحمید، القائد الیٰ عیون العقائد، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۰ء، ص ۱۶۷۔

[18] الفراہی، عبد الحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۹۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

چنانچہ اُن کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ایک حصہ قرآن مجید کی تبیین اور شرح وفرع پر مبنی ہے اور دوسرا مستقل بالذات سنن کا ماخذ ہے۔ اس اعتبار سے وہ آپ کے ارشادات کو بنیادی طور پر تین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک قسم اُن احکام پر مشتمل ہے جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صراحت فرمائی ہے کہ وہ کتاب اللہ سے مستنبط ہیں۔ دوسری قسم اُن احکام پر مبنی ہے جن کے قرآن مجید سے مستنبط ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو صراحت نہیں فرمائی، مگر کلام کی دلالتوں کی بنا پر اُن کا کتاب الٰہی سے مستنبط ہونا واضح ہوتا ہے۔ تیسری قسم اُن احکام کو شامل ہے جن کے قرآن سے مستنبط ہونے کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تصریح موجود ہے اور نہ کلام کی دلالتیں استنباط کو واضح کرتی ہیں، مگر اس کے باوجود قرآن ان کا تحمل کرتا ہے۔ ان کی نوعیت مستقل بالذات سنن کی ہے۔ لکھتے ہیں:

فالقسم الأول ماصرح فيه الرسول صلى الله عليه وسلم بأنه حكم بالكتاب، ولم يكن الحكم بظاهر الكتاب ونصه. فقد علمنا أنه كان يستنبط منه وقد أمره الله يبين للناس ما نزل إليهم كما مر. ومعرفة وجه الإستنباط لا تصعب بعد العلم بالأصل والفرع. والقسم الثاني من الأحكام مالم يصرح فيه بذلك ولكن وجه إستنباطه من الكتاب ظاهر على العارف بدلالات الكلام. . . . فإذا أطلعنا على وجه الإستنباط جعلنا الكتاب فيه أصلاً والسنة فرعًا لوجوه ذكرنا. وقد اتفقت الصحابة على النظر في الكتاب أولاً، فإذا لم يجدوا فيه ففي السنة، وهذا هو المعقول، ففي مثل ذلك أيقنا بأن الرسول صلى الله عليه وسلم قد حكم بالكتاب مستنبطاً منه، لعلمه بإشاراته وإن

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں سے پہلی قسم اُن احکام کی ہے جن کے بارے میں آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ کتاب اللہ سے مستنبط ہیں، دراں حالیکہ ظاہر کتاب کی نص میں وہ موجود نہیں ہیں۔ گویا وہ حکم مستنبط ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض تبیین کے مطابق ہیں۔ ان احکام میں اصل وفرع پر غور کر کے ان کے استنباط کا پہلو معلوم کرنا دشوار نہیں ہوتا۔

دوسری قسم ان احکام کی ہے جن کے متعلق آپ نے خود کوئی صراحت نہیں فرمائی، مگر قرآن سے ان کے استنباط کا پہلو کلام کی دلالتوں کو جاننے والے پر واضح ہو جاتا ہے۔... پس اگر ہمیں وجہ استنباط معلوم ہو جائے تو اصول یہ ہوگا کہ ہم کتاب اللہ کو اصل اور سنت کو اس کی فرع قرار دیں گے۔ صحابہ کا اس پر اتفاق تھا کہ وہ سب سے پہلے قرآن پر غور کرتے اور جب اس میں کوئی رہنمائی نہ پاتے تو سنت کی طرف رجوع کرتے۔ اور یہی بات معقول ہے۔ ایسے احکام کے بارے میں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خفي علينا برهة من الدهر.
والقسم الثالث مالا نجد في الكتاب ولكن الزيادة به محتملة. فجعلنا السنة فيه أصلاً مستقلاً.[۱۹]

ہمارا یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے اشارات سے ان کو مستنبط کیا، خواہ ان کے وجوہ استنباط ہم پر عرصۂ دراز تک مخفی رہیں۔
تیسری قسم ان احکام کی ہے جن کے متعلق قرآن کی کوئی نص وارد نہیں، البتہ وہ اس اضافے کا متحمل ہے۔ ایسے احکام میں ہم سنت کو مستقل اصل قرار دیں گے۔''

مولانا فراہی کے نزدیک سنت کے حوالے سے صحابہ کا مسلک یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی منقول ہو، اس پر ایمان لایا جائے اور اس بات پر یقین رکھا جائے کہ کتاب وسنت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بیان کرتے ہیں:

ومسلك الصحابة الإيمان بكل ماجاء به الرسول، واليقين بأن الكتاب والسنة لا يناقض بعضه بعضاً.[۲۰]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

چنانچہ وہ قرآن وسنت کی یکساں اہمیت کو ائمۂ سلف کا مذہب سمجھتے اور ان کے مقام ومرتبے میں کسی تفریق کو یا ان میں سے کسی ایک کے ترک کرنے کو باطل پسندوں اور ملحدوں کے مذہب سے تعبیر کرتے ہیں۔ ''احکام الاصول'' میں لکھتے ہیں:

''سلف اور ائمہ نے اپنے مذہب کی صحت کی بدولت کتاب اور سنت، دونوں کو مضبوطی سے پکڑا۔ یہ نہیں کیا کہ باطل پسندوں اور ملحدوں کی طرح ان میں تفریق کر کے ایک چیز کو ترک کر دیتے۔''[۲۱]

اسی بنا پر وہ متنبہ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول سے اختلاف سے دور رہنا چاہیے، کیونکہ قرآن و حدیث میں اس کی شدید مخالفت اور برا انجام بیان ہوا ہے:

ولقد حذرنا اللّٰه تعالیٰ ورسوله صلی اللّٰه علیه وسلم عن الإختلاف، ودل علی شناعة مغبته في كثير من القرآن والحديث حتى أن المرء يوشك أن يرى أنه أعظم المآثم وجماع السيئات.[۲۲]

---

۱۹ الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۴۔
۲۰ الفراہی، عبدالحمید، القائد الیٰ عیون العقائد، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۔
۲۱ ایضاً۔
۲۲ الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ:، الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۲۔